Tauseeq, Volume. 4, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v4i2.62

Received: 30-09-2023
Accepted: 24-11-2023
Published: 31-12-2023

حفیظ جالندھری بطور افسانہ نگار

Hafeez Jalandhri as short story writer

راج محمد آفریدی*
نازیہ راج**

Abstract:

Hafeez Jalandhri's name needs no introduction in the field of Urdu literature. He is the poet of national anthem of Pakistan and shahnama Islam, also he is poet of kids. Hafeez Jalandhri wrote urdu prose as well. He is the writer of Urdu short stories and urdu columns but he is not so famous in the field of prose.Its only reason is his high quality poetry. Hafeez Jalandhri's short stories depict real life stories. His short stories reflect the economic deprivation and exploitation of the individuals of the subcontinent. There is a variety of topics in his stories. His writing style is easy and impressive. This research article attempts to explore the realistic approach of Hafeez Jalandhri and his ideology about human life in the light of his seven short stories.

Key Words: National anthem, poet, short story writer, editor, social issues, romanticism.

-

ابوالاثر حفیظ جالندھری کے تعارف کے لیے قومی ترانے کا حوالہ دیناہی کافی ہے۔وہ ایک نابغہ روزگار ادیب کے طور پر اردو ادب میں اپنی منفرد پہچان رکھتے ہیں۔ محمد عبدالحفیظ (حفیظ جالندھری) بیک وقت ایک نامور شاعر، گیت نگار، کالم نگار، مختلف اخبارات و رسائل کے مدیر، مترجم اور مایہ ناز افسانہ نگار تھے۔وہ ہندوستانی شہر جالندھر میں شمس الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔

* پی ایچ ڈی اردو سکالر: قرطبہ یونی ورسٹی پشاور
** پی ایچ ڈی اردو سکالر: قرطبہ یونی ورسٹی پشاور

حفیظ جالندھری نے ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا۔انہوں نے اپنی زندگی کا پہلا شعر سات برس کی عمر میں کہا۔ان کے ابتدائیہ کلام کا ایک شعر ہے کہ:

محمدؐ کے کی کشتی میں ہوں گا سوار
تو لگ جائے گا میرا بیڑا بھی پار

ان کے پہلے شعری مجموعہ "نغمہ زار" نے ناقدین کو اپنی جانب اس وقت متوجہ کیا جب اردو شاعری میں اقبال کی دھوم مچی ہوئی تھی۔اس مجموعہ میں شامل نظم "ابھی تو میں جوان ہوں" نے بہت شہرت حاصل کی۔ ملکہ پکھراج نے اس نظم کو اپنی آواز کے بل بوتے پر دوام بخشا۔ ڈاکٹر ابرار رحمانی نے ڈاکٹر محمد دین تاثیر کے مندرجہ ذیل الفاظ کو نوٹ کیا ہے جو انہوں نے "نغمہ زار" کی تعریف کرتے ہوئے ادا کیے تھے:

"میرے دل میں جو جگہ نغمہ زار کی نظموں کے لیے ہے وہ کسی اور کے لیے نہیں۔نغمہ زار کے بعد حفیظ نے جو کچھ لکھا ہے وہ فن اور نفس مضمون کے اعتبار سے بلند تر ہے مگر جو سبک سیری اور جو فرحت فزائی نغمہ زار کے الفاظ و معنی اور بحور میں ہے وہ اور کہیں نہیں۔"[1]

حفیظ جالندھری نے سلسلہ شاعری کو آخری دم تک قائم رکھا۔ان کے دیگر شعری مجموعوں کے نام یہ ہیں: سوزوساز، تلخابہ شیریں، چراغ سحر، شاہنامہ اسلام، ہندوستان ہمارا(منظوم تاریخ)، پھول مالا(بچوں کی نظمیں) وغیرہ۔ان مجموعات میں نعتیں، نظمیں، غزلیں، گیت، بچوں کی نظمیں وغیرہ شامل ہیں۔اس کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کی تاریخ کو چار جلدوں میں مثنوی "شاہنامہ اسلام" کے نام سے سمیٹ کر دائمی طور پر اردو شعرا کی فہرست میں اپنا نام درج کیا۔دس ہزار اشعار پر مشتمل یہ نظم اگرچہ پرانے واقعات پر مبنی ایک اسلامی تاریخی شاہ کار ہے مگر اس میں حفیظ کا فن سر چڑھ کر بول رہا ہے۔یہ ان کی نظموں میں مقبول ترین درجہ اختیار کر چکی ہے۔حفیظ جالندھری "شاہنامہ اسلام" کے علاوہ مزید کچھ بھی نہ لکھتے، تب بھی اردو ادب میں ان کا نام اسی طرح عزت واحترام سے لیا جاتا۔

شہرت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر بھی حفیظ جالندھری نے محنت کا سلسلہ نہیں چھوڑا۔قیام پاکستان کے بعد متعدد قومی ترانوں میں ان کے ترانے کا انتخاب حفیظ کو مزید معروف کر گیا۔اس کے ساتھ آزاد کشمیر کا قومی ترانہ بھی آپ کی تخلیق ہے۔ان اصناف سمیت انہوں

نے "جنگ و آہنگ" کے عنوان سے ہفت روزہ کالم لکھنے کا سلسلہ بھی تادیر برقرار رکھا۔ان کے کالموں کے موضوعات عام معاشرتی اور سماجی مسائل پر مبنی عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔

جب ایک ادیب مختلف اصناف کو اپنے تخلیقی دائرے میں سمیٹتا ہے تو اس بات کا قوی امکان ہوتا ہے کہ اس کا قلم ہر ایک صنف کا حق مکمل طور پر ادا نہ کرسکے۔کیونکہ ہر صنف کا ماہر ہونا مشکل ہے البتہ ناممکن نہیں۔شہنشاہ غزل میر تقی میرؔ نے غزل سمیت مثنوی نگاری میں بھی طبع آزمائی کی لیکن اس میدان میں وہ میر حسنؔ کو مات دینے میں ناکام رہے۔اسی طرح اسد اللہ خان غالبؔ نے قصائد لکھے مگر رفیع سوداؔ کے اس فن کو ان سے آگے نہ لے جاسکے۔اس کے باوجود اردو ادب میں چند ایسے نام بھی ہیں جنھوں نے ایک سے زیادہ اصناف پر توجہ دی۔ایسی شخصیات نے جس صنف پر قلم اٹھایا،اس کے ساتھ خوب انصاف کیا۔ان میں ایک حفیظ جالندھری بھی ہیں۔

حفیظ جالندھری کا مقام و مرتبہ بہ طور شاعر مسلمہ ہے لیکن افسوس اور ساعتِ حیرت ہے کہ بطور افسانہ نگار ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار نہیں ہوا اور اس صنف میں انہیں مقبولیت نصیب نہیں ہوئی۔حفیظ جالندھری پر لکھی جانے والی کتابیں اور تحقیقی مقالوں نے محض ان کی شاعری اور گیت نگاری پر بحث کرکے نئے لکھاریوں کے لیے یہ مشکل اور بڑھادی کہ حفیظ افسانہ بھی لکھتے تھے۔سید نواز حسن زیدی اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "حفیظ کی شاعری لوگوں کے ذہنوں پر اس طرح چھاچکی ہے کہ اس کے علاوہ وہ ان کی کسی اور حیثیت کی طرف آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھتے بلکہ یہ بات انہیں حیرت میں ڈالتی ہے کہ حفیظ نہ صرف افسانہ نگار ہیں بلکہ ان کے دو افسانوی مجموعے بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔"2

حفیظ جالندھری کی دیگر اصناف کی بجائے اس آرٹیکل میں صرف ان کی افسانہ نویسی کو زیرِ بحث لاکر ان کی تخلیقی و فکری جہتوں کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔حفیظ جالندھری کو حالات نے افسانہ نگار بنایا۔اصل میں ایک حساس بندہ اپنے اردگرد کے ماحول ہی سے متاثر ہوکر قلم اٹھاتا ہے۔زندگی کی حقیقتوں کو بیان کرنے کے لیے ادیب مختلف پیرایوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔سید وقار عظیم لکھتے ہیں کہ:

> "افسانہ اور زندگی میں بڑا گہرا تعلق ہے۔افسانہ صرف زندگی کے واقعات اور سیاسی اور معاشرتی حالات کے پیدا کیے ہوئے محرکات کی بنیاد پر لکھا جاسکتا ہے۔اور اسی طرح جہاں ایک طرف زندگی

کی حقیقتیں افسانہ کو دل کش بناتی ہیں، دوسری طرف افسانہ اصلاحی مقصد کے حصول کا ایک موثر ذریعہ بنتا ہے۔"3

حفیظ جالندھری فن افسانہ نگاری کو مستقل بنیاد پر اپنانے کی کوشش نہیں کی۔انہوں نے ایک پرانی روایت کو زندہ رکھنے کے لیے افسانے لکھنا شروع کیے۔جس دور میں حفیظ کو رسالہ "ہزار داستان" کی ادارت سنبھالنے کی ذمہ داری سونپ دی گئی،اس وقت یہ بات عام تھی کہ ان رسائل میں مدیر کی اپنی کوئی نہ کوئی کہانی ضرور شائع ہو گی۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے حفیظ نے باقاعدہ طور افسانہ نویسی کا آغاز کیا۔ان کا پہلا افسانہ 1924ء میں چھپا اوریوں یہ سلسلہ شروع ہو کر افسانوی مجموعہ کی صورت اختیار کر گیا۔

حفیظ جالندھری کا افسانوی مجموعہ "ہفت پیکر" نے 1929ء میں شائع ہو کر اپنے دور کے ادبا و ناقدین سے داد و تحسین وصول کی۔ اس کا دوسرا ایڈیشن 1940ء کو چھپا۔حفیظ نے مجموعے کا انتساب معروف افسانہ نویس "سجاد حیدر یلدرم" کے نام کیا جو ان کے افسانہ سے محبت کا اظہار بھی ہے۔امتیاز علی تاج نے اس کا تفصیلی مقدمہ لکھا جس میں جدید افسانہ اور حفیظ کے افسانوں پر تفصیلی بحث موجود ہے۔انہوں نے فن افسانہ نگاری کو کبھی بھی سنجیدہ نہیں لیا۔ان کے طبع زاد افسانوں کی تعداد کم بھی اس لیے ہے کہ موصوف نے خود اس جانب زیادہ جان فشانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔انہوں نے افسانہ نگاری کا سلسلہ محض تسکین طبع کی خاطر جاری رکھا۔وہ خود کہتے ہیں کہ:

> "میں نے یہ افسانے کسی خاص مقصد کو سامنے رکھ کر یا کسی معاشری اصول کی تبلیغ کے لیے نہیں لکھے تھے۔میرے دور کے دوسرے بچے کچھ گھروندے بنا رہے تھے۔میں نے بھی بنا دیئے اور بس۔"4

حفیظ جالندھری کے صرف دو افسانوی مجموعے منظر عام پر آئے ہیں جن میں ایک مجموعہ "ہفت پیکر"طبع زاد ہے جبکہ دوسرا مجموعہ "معیاری افسانے" مرتبہ ہے۔"معیاری افسانے" میں کل اٹھارہ مغربی افسانے شامل ہیں۔جن کو مختلف ادبا نے ترجمہ کیا ہے۔حفیظ جالندھری نے ان افسانوں کا انتخاب کرکے الفاظ و واقعات میں تھوڑی بہت تبدیلی بھی کی ہے۔اس مجموعے کے دیباچے میں حفیظ جالندھری لکھتے ہیں کہ:

> "اس منتخب مجموعے میں اکثر و بیشتر وہی افسانے ہیں جو میرے دوستوں نے میری فرمائش پر مہیا کیے تھے۔ان میں سے چند ایسے بھی ہیں جن کا ترجمہ مشہور افسانہ نگاروں نے کیا ہے۔ایسے بھی ہیں جن

کو مبتدیوں نے اردو کا جامہ پہنایا اور میں نے اصلاح دی۔ ایسے بھی ہیں جن کو میں نے از سر نو لکھا اور وہ بھی ہیں جن کو میں نے تبدیل کر دیا۔"5ؔ

اس بیان کے مطابق سارا کریڈٹ حفیظ نے خود لینے کی کوشش کی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ تمام افسانے مختلف ادبانے ترجمہ کیے ہیں، جن میں سے چند کے نام مفتی محمد اقبال، غلام عباس، سراج الدین احمد نظامی، بدرالدین وغیرہ ہیں۔ "معیاری افسانے" کے پہلے ایڈیشن میں مرتب نے خود ان مترجمین کے نام شامل کیے ہیں۔ انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ انگریزی سے نابلد تھے۔ اب جبکہ حفیظ جالندھری خود انگریزی زبان سے واقفیت نہیں رکھتے تھے، اس لیے ان افسانوں کے تراجم اور اسے نئے اسلوب میں ڈالنا ان کے لیے ایک مشکل کام سے کم نہیں تھا۔

حفیظ جالندھری کے طبع زاد افسانوں میں معاشرتی موضوعات کا بیان ملتا ہے۔ انہوں نے انسانیت سے محبت کا اظہار کر کے یہاں انسانیت کی پریشانی اور ان کے اضطراب کی عکاسی کی ہے۔ ان کے کردار فطری تقاضوں اور محسوسات کی مناسبت سے فعال ہیں۔ یہ عام جذبات رکھنے والے سادہ کردار ہیں جن پر حقیقت کا گماں ہوتا ہے۔ حفیظ کے افسانے صرف فکری لحاظ سے اعلیٰ پائے کے نہیں بلکہ انہوں نے جدید افسانہ نگاروں کی طرح افسانہ کے لوازمات کا بھرپور خیال رکھا ہے۔ اس حوالے سے سید امتیاز علی تاج لکھتے ہیں کہ:

> "حفیظ بخصوصیت سے ایسے تاثرات کو محسوس کرتا ہے جو مختصر افسانہ کے لیے موزوں ہوتے ہیں اور پھر یہ بھول کر کہ مخلوط و منتشر زندگی کے واقعات یا خیالات نے ان تاثرات کا احساس دلایا تھا۔ وہ اپنے مختصر افسانے کے لئے از سرِ نو ایسے واقعات تعمیر کرتا ہے جو نہایت باقاعدگی اور خوبصورتی سے مطلوبہ اثر پڑھنے والے پر وارد کر دیتے ہیں۔"6ؔ

اب اصل مضمون کی جانب آ کر حفیظ جالندھری کے طبع زاد افسانوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان کے مجموعے "ہفت پیکر" میں کل سات افسانے موجود ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں:

سہاگ کی رات، ہوشیار دیوانہ، خودکشی، آوارگی، ملمع، حیات تازہ، افسانہ در افسانہ۔

افسانہ "سہاگ کی رات" میں مصنف نے انسانی نفسیات کے مطالعے کی بدولت خوابوں کی حقیقت کو بیان کیا ہے اور انسانی افعال میں خوابوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے آسان پیرائے میں بتایا ہے کہ انسان دن بھر جو کچھ کرتا ہے، جو معمولات سرانجام دیتا

ہے،خواب میں اس کا اسی قسم کے افعال سے سامنا ہوتا ہے۔مذکورہ افسانے میں شادی کا ماحول پیش کیا گیا ہے۔اس دور میں ٹرین کو ڈاکو اکثر لوٹتے۔اس کے باوجود ٹرین میں لوگوں کا سفر بڑھتا ہی رہا۔افسانے میں بارات کا ٹرین سے جانا دکھایا گیا ہے۔جس میں ہیرو سوچتا ہے کہ اگر راستے میں ڈاکو آئے تو کیا ہوگا۔پھر بعد کی کہانی خواب کی صورت میں بیان ہوئی ہے۔دلہن کی رخصتی کے بعد ٹرین کا سفر شروع ہوتا ہے جسے راستے میں ڈاکو لوٹتے ہیں۔دلہن کے زیورات بھی چھین لیے جاتے ہیں جس پر دولہا ان سے لڑ پڑتا ہے۔ڈاکو دلہن کو ٹرین سے نیچے پھینک دیتے ہیں۔دولہا نئی نویلی دلہن کی خاطر اس کے پیچھے کود جاتا ہے۔تیز بارش اور طوفان میں وہ دلہن کو بے ہوشی کے عالم میں پالیتا ہے۔اسے کندھے پر اٹھا کر ایک محفوظ جگہ لاتا ہے۔بارش اور بجلی کا گرنا بدستور جاری ہوتا ہے۔دلہن جب ہوش میں آتی ہے تو دونوں پر آسمانی بجلی گرتی ہے جس سے دولہا بے ہوش جبکہ دلہن ہلاک ہو جاتی ہے۔ہوش میں آنے کے بعد لوگ آکر دولہے پر شک کرتے ہیں کہ اسے کہاں سے بھگا کر لایا ہے۔وہ سخت پریشان ہوتا ہے لیکن جب اسے علم ہو جاتا ہے کہ دلہن اس دنیا میں نہیں رہی تو وہ خود بھی ٹرین کے آگے کود کر خودکشی کرلیتا ہے۔

حفیظ جالندھری نے پلاٹ پر خصوصی توجہ دے کر تجسس کی بھرپور فضا قائم کر رکھی ہے۔افسانوی ادب میں پلاٹ ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتا ہے۔اس کے بغیر افسانوی ادب کا وجود ممکن ہی نہیں۔شمس الرحمان فاروقی پلاٹ کی اہمیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

> "افسانے کے لیے پلاٹ ضروری ہے اور پلاٹ سے مراد ہے واقعات کی ایسی ترتیب جن میں آپس میں آغاز،وسط اور انجام کا رشتہ ہو اور اس ترتیب میں ایک تعمیر ربط ہو،لہٰذا افسانہ (یعنی قصہ) قائم ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں بیان کردہ واقعات میں علت اور معلول cause and effect کا رشتہ ہو۔"7

حفیظ جالندھری انہی اصولوں کو اپنا کر جدید افسانہ لکھتا ہے۔"سہاگ کی رات" افسانے کا عنوان دیکھ کر ایک پُر مسرت کہانی کی امید میں قاری جب کہانی پڑھتا ہے تو المناک انجام دیکھ کر چونک پڑتا ہے۔یہی افسانے کی خوبی ہے۔چونکہ یہ افسانہ خواب کی صورت میں ہے اس لیے اس کا انجام مصنف نے پُر مسرت ہی رکھا ہے۔ہیرو نیند سے اٹھ کر دیکھتا ہے کہ وہ اپنے سٹیشن پہنچ چکا ہے اور سب شادی کے جوڑے کو مبارکباد دینے کی غرض سے باہر جمع ہیں۔

مجموعے میں شامل دوسرا افسانہ "ہوشیار دیوانہ" کے نام سے ہے جس کا مواد مصنف نے عام معاشرے سے لیا ہے۔اس میں شوہر بے وفا بیوی سے انتقام کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے۔اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں یہاں تک کہ جب وہ بیوی کو قتل کررہا ہوتا ہے تو وہ حاملہ ہوتی ہے مگر ہیرو انتقام کی آگ میں اندھا ہو کر اپنے آنے والے بچے کی زندگی کو شروع ہونے سے قبل ہی ختم کرلیتا ہے۔

اس کیفیت کو مصنف نے نہایت آسان اور سادہ اسلوب میں بیان کیا ہے۔جب ہیرو بیوی کو قتل کرکے لوٹتا ہے تو:

> "میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔اب وہ نفرت انگیز ہستیاں کلی طور پر ناپید ہوچکی تھیں۔میں نے دغا بازوں کو خوفناک سزا دی تھی۔دریا بُرد۔پیوند خاک!اب پھر یہ کمرہ میری تنہائی کا بہشت بن جائے گا۔ یکایک میرے دماغ کا گودا جم کر رہ گیا۔پہلی مرتبہ میری مسرت کا طلسم ٹوٹا۔یہ ایک بھیانک چیخ کی صدا تھی۔ننھے بچے کی چیخ۔میرا رُواں رُواں کانپ گیا۔میری بیوی میرے سامنے تھی۔ایک ننھے معصوم کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے لہو میں تر۔"[8]

اس واقعے کے بعد ہیرو کا ضمیر جاگ جاتا ہے۔وہ اضطرابی کیفیت کا شکار ہو کر ایک مسلسل عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اسے ہر پل اپنے بچے کی یاد آتی ہے۔حقیقت سے بے خبر لوگ اس کی دیوانگی دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ اس کی بیوی گم ہوگئی ہے اور یہ اس کی محبت میں دیوانہ ہوچکا ہے۔یہاں افسانہ نویس نے ضمیر کی عدالت میں فیصلوں کے بیان سمیت ضمیر کی طاقت کو پیش کیا ہے۔

اگلا افسانہ "خودکشی" ہے جس میں خون کے رشتوں کی اصلیت واضح کرتے ہوئے حفیظ جالندھری نے متوسط معاشرے کے المیوں کا ذکر کیا ہے۔اس کے ساتھ ان کے مسائل، جذباتیت کی تہہ میں سوتیلے پن کی نفرتوں کو اس افسانے کا موضوع بنایا ہے۔ایک ظالم باپ کا فسانہ جب وہ دوسری شادی کے بعد نئی بیگم اور ان کے بچوں کا ہو جاتا ہے اور پہلی بیوی کو نوکرانی کا درجہ دیتا ہے۔انہی گھریلو مسائل کے باعث ہیرو کا بھائی خودکشی کرنا بہتر سمجھتا ہے۔جب وہ زہریلی دوا کھاتا ہے تب باپ کو احساس ہو جاتا ہے اور وہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے مگر تب پانی سر سے اونچا ہوچکا ہوتا ہے۔مصنف نے ان تاثرات کو یوں قلم بند کیا ہے:

> "مجید نے آنکھیں کھولیں۔ایک انگڑائی لی۔میرے باپ نے شاید پہلی مرتبہ شفقت سے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔"کیوں مجید بیٹا!مجھ سے خوف نہ کرو۔۔۔۔میں اب کچھ نہ کہوں گا۔جہاں تم کہتے ہو تمہاری شادی کروں گا۔میں اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوں۔میری آنکھوں پر پردے ڈال دئے گئے تھے۔"اس کی آواز بھرّائی ہوئی تھی۔مجید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا

ہوئی۔وہ بول نہیں سکتا تھا۔اس نے ہاتھ اٹھا کر سینے پر رکھ لیا۔اس کی آنکھوں سے دو آنسو بہہ نکلے۔"9

حفیظ جالندھری نے آخر میں قاری پر ایک سوال چھوڑا ہے کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ مجید کی موت کا اصل ذمہ دار کون ہے۔یہ ہمارے معاشرے کی سچی تصویر کشی ہے۔ایسے باپوں کا ملنا اس سماج میں عام سی بات ہے۔حفیظ نے اسی ماحول میں رہ کر ایک ایک چیز کو نوٹ کیا ہے۔محمد عالم خان اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

"حفیظ جالندھری کے افسانوں میں تاثرات اور حقیقت پسندی کی ایسی ہم آہنگی سے اکثر جگہ بڑی گہرائی آگئی ہے۔اسلوب سے قطع نظر احساسات و تاثرات کی سطح پر ان افسانوں میں گہری معنویت کا احساس ملتا ہے۔"10

افسانہ "آوارگی" میں مصنف نے نئے پہلو کو بیان کیا ہے۔انہوں نے پسے ہوئے معاشرے کے مسائل بیان کرتے ہوئے آوارہ گردی کو بھی ایک المیہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔افسانہ نگار کے مطابق ذمہ داریوں کی عدم موجودگی خود ایک مسئلہ ہے۔بے مقصد زندگی سے لمس حیات اور اس کی رعنائی میں واضح کمی آتی ہے۔اس سے زندگی کا مقصد ہی فنا ہو جاتا ہے۔

"ملمع" اس مجموعے کا پانچواں افسانہ ہے۔حفیظ جالندھری نے یہاں انسانی احساسات، جذبات اور زندگی کے تجربات کی بہترین عکاسی کی ہے۔اس واقعاتی افسانے میں پلاٹ کی دل کشی برقرار رکھی گئی ہے۔اس میں حفیظ کے اسلوب کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔سادہ اور آسان پیرائے میں انہوں نے قاری تک اپنی کہانی پہنچائی ہے۔تجسس اور تحیّر سے بھرپور اس افسانے میں مغربی ادب کا اثر نمایاں ہے۔اس میں ہیرو، ہیروئین یعنی نریمان اور تارا ایک دوسرے کو چاہتے ہیں اور جلد ہی شادی کرنا چاہتے ہیں۔رومانوی آغاز پر مبنی کہانی اس وقت کروٹ لیتی ہے جب شادی سے چند روز قبل تارا نریمان سے شادی سے انکار کر لیتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اپنے دوست فرامرز سے محبت کرتی ہے۔اس دوران نریمان پستول اٹھا کر اسے قتل کرنے کے ارادے سے فرامرز کے گھر جاتا ہے، وہاں ایک انگریز خاتون خود کو فرامرز کی بیوی کے حوالے سے اپنا تعارف کرتی ہے۔تارا حیرانی اور پشیمانی کے سبب بے ہوش ہو جاتی ہے۔بعد میں وہ نریمان سے معافی مانگتی ہے۔دونوں کی شادی اپنے وقت پر ہو جاتی ہے۔

جیسا پہلے بیان ہو چکا کہ حفیظ جالندھری نے اپنے مجموعے کا انتساب "سجاد حیدر یلدرم" کے نام کیا ہے۔اس سے ان کی یلدرم کے افسانوں سے گہرے لگاؤ کا اظہار ہوتا ہے اور اس کا اثر ان کے افسانہ "حیات تازہ" میں واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔یہاں حفیظ نے

یلدرم کے انداز میں رومانیت پسندی کو نمایاں کیا ہے۔عام طور پر رومانیت پسند کردار پیار و محبت کے پیروکار ہوتے ہیں۔وہ معاشرتی مسائل اور سماجی المیوں کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں۔وہ کسی کا دل نہیں دکھانا چاہتے۔ان کو اگر سماج میں رہتے ہوئے محبت کا جواب محبت سے نہ ملے تو فرار کا راستہ اختیار کرنا ان کا آخری فیصلہ ہوتا ہے۔وہ دنیا کے شور سے گھبرا کر فطرت کی گود میں سر رکھ کر سکون تلاش کرتے ہیں۔لیکن حفیظ نے رومان پرور کرداروں میں زندگی سے لڑنے کا شعور بیدار کیا ہے کہ حالات کے سامنے شکست کھا کر تنہا رہنا اصل میں آپ سے جُڑے ہوئے لوگوں کے لیے تکلیف اور مشکلات کا سبب بنتا ہے۔اسی طرح انہوں نے رومانیت پسندی باغی پن کا مظاہرہ کر کے اپنے کرداروں کو زندگی کے چیلینجز کا مقابلہ کرنے کے لیے دوبارہ معاشرے کا حصہ بنایا ہے۔ان کے مطابق مشکلات سے بھاگنا مسائل کا حل نہیں۔اس افسانے میں حفیظ نے منظر نگاری پر خوب توجہ دی ہے۔ایک منظر ملاحظہ ہو جس میں مصنف نے باریک بینی سے تمام چیزوں کا جائزہ لیا ہے:

> "ابھی آدھی رات کا گجر نہیں بجا تھا۔اور وہ اپنے گھر کے صحن میں چارپائی پر لیٹا ہوا آسمان کو تک رہا تھا۔ہوا کی تھکی ہوئی رفتار گردوپیش کی اُداسی میں اضافہ کر رہی تھی۔چودھویں کا چاند اس کے زرد چہرے پر طعن آمیز ہنسی ہنس رہا تھا۔اور ستاروں کا درماندہ قافلہ اندوہ فضا خاموشی کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔"11ء

مجموعے کی آخری کہانی "افسانہ در افسانہ" کے عنوان سے ہے۔افسانہ نگاری کے بے تاج بادشاہ پریم چند کی افسانہ نویسی کو دیکھ کر ہی دوسرے لکھاریوں نے اس صنف میں طبع آزمائی کرنا شروع کی۔پریم چند کا رنگ مختلف افسانہ نگاروں کے ہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ان میں حفیظ جالندھری بھی شامل ہے۔ان کی تخلیق "افسانہ در افسانہ" میں پریم چند کی طرح دیہاتی زندگی کے آثار نمایاں ہیں۔انہوں نے بھی اپنے افسانوں کے ذریعے معاشرتی مسائل کی ترجمانی کی ہے۔انہوں نے اس افسانے میں گاؤں کے ماحول میں عورت کے وجود سے وابستہ تصورات کو پیش کیا ہے۔اس میں "باکس" تکنیک کا بخوبی استعمال کر کے انہوں نے آخر تک تحیّر کو برقرار رکھا ہے۔

معاشرتی مسائل کی ترجمانی کر کے حفیظ جالندھری نے ایک حقیقت پسند افسانہ نگار کی صورت میں اپنا تخلیقی سفر جاری رکھا۔فکری لحاظ سے ان کے یہ افسانے اعلیٰ پائے کے ہیں۔اس کے ساتھ یہ فنی لحاظ سے بھی جدید افسانے کے قریب تر ادب کا حصہ بن چکے ہیں۔انہوں نے اختصار اور وحدت تاثر کا بھرپور خیال رکھا ہے۔بلاشبہ ان کے افسانوں کے موضوعات، کردار اور تکنیک مزید تحقیق کے

قابل ہیں جن سے افسانوی شغف رکھنے والوں کے لیے نئی جہتیں اور دَر واہوں گے۔اس ضمن میں نواز حسن زیدی کا یہ قول اہمیت کا حامل ہے:

> "حفیظ جالندھری کے اس افسانوی مجموعہ ' ہفت پیکر' کی فنی و فکری حیثیت ضمنی ہی سہی لیکن ایک بات واضح ہے کہ حفیظ جالندھری نے ان افسانوں کے ذریعہ جہاں اپنے معاشرتی مسائل کو سلیقے سے اُجاگر کیا ہے وہاں دوسری جانب حفیظ جالندھری کی ذہنی اپچ کے کئی در واہوئے ہیں۔یہ افسانے بنیادی طور پر ہمارے معاشرے کے معاشی، جنسی، معاشرتی اور نفسیاتی حقائق کو اُجاگر کرتے ہیں۔ان افسانوں کی زبان صاف اور دلنشیں ہے۔مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اردو افسانے کی تاریخ میں یہ ہفت پیکر افسانے اس لیے قابل توجہ قرار پائیں گے کہ ان کے ذریعہ ہم ایک شاعر حفیظ جالندھری کے افسانوی افکار سے آگاہ ہوئے ہیں۔"12

یہ بات عام ہے کہ ایک ادیب ہی اپنے معاشرے اور عہد کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔اس کے عہد میں کوئی بھی بڑا واقعہ رونما ہوتا ہے تو ادیب اسے سپرد قلم کر دیتا ہے۔مگر حفیظ جالندھری کا انداز ان سب مختلف ہے۔ان کے افسانوں میں اپنے عہد کی عکاسی کے رنگ ناپید ہیں۔"ہفت پیکر"میں شامل افسانے جس دور میں لکھے گئے،وہ افراتفری کا دور تھا۔پہلی جنگ عظیم، ہندوستان کے غیر مستحکم سیاسی حالات، خلافت عثمانیہ کا خاتمہ وغیرہ، حفیظ نے ان موضوعات میں سے ایک کو بھی افسانوں کی زینت نہیں بنایا بلکہ انہوں نے دیگر سماجی مسائل پر قلم اٹھا کر معاشرے کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔

حوالہ جات

1۔ابرار رحمانی،ڈاکٹر،"پیش گفتار"، مشمولہ:،"حفیظ جالندھری کا فن"،ازڈاکٹر زرینہ رحمان (نئی دہلی: ایچ ایس پریس، 2007ء) ص:9

2۔سید نواز حسن زیدی،"حفیظ جالندھری-شخصیت و فن"،غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی(لاہور: پنجاب یونی ورسٹی، 2004)ص:404

3۔سید وقار عظیم، پروفیسر، "داستان سے افسانے تک" (لاہور:الوقار پبلی کیشنز،2018ء)ص:189

4۔حفیظ جالندھری،"گھروندے"، مشمولہ:"ہفت پیکر"،ازحفیظ جالندھری (لاہور: مجلس اردو،1959ء)ص:8

5۔حفیظ جالندھری، دیباچہ، "معیاری افسانے"(اسلام آباد: نیشنل بُک فاؤنڈیشن،2014ء)ص:9

6۔امتیاز علی تاج، "مقدمہ"، مشمولہ:"ہفت پیکر"،از حفیظ جالندھری(لاہور : مجلس اردو،1959ء)ص:22،23

7۔ شمس الرحمان فاروقی، مضمون:"پلاٹ کا قصہ"، مشمولہ:"افسانے کے مباحث"،مرتبہ:ایم اے فاروقی(کراچی:بُک ٹائم، 2017ء) ص:224

8۔حفیظ جالندھری،افسانہ:"ہوشیار دیوانہ"، مشمولہ:"ہفت پیکر"(لاہور: مجلس اردو،1959ء)ص:65

9۔حفیظ جالندھری،افسانہ:"خودکشی"، مشمولہ:"ہفت پیکر"(لاہور: مجلس اردو،1959ء)ص:90

10۔محمد عالم خان، "اردو افسانے میں رومانی رُجحانات"(لاہور:علم و عرفان پبلشرز،س۔ن)ص:284

11۔حفیظ جالندھری،افسانہ:"حیات تازہ"، مشمولہ:"ہفت پیکر"(لاہور : مجلس اردو،1959ء)ص:143

12۔سید نواز حسن زیدی، "حفیظ جالندھری-شخصیت و فن"، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی(لاہور:پنجاب یونی ورسٹی،2004)ص:105

References:

1.Ibrar Rehmani, Dr.”Pesh guftar”, mashmoola, Hafeez jalnaadhri ka funn, az Dr.Zareena Rehman , Nai dehli , HS press, 2007, page:9

2.Said Nawaz Hasan Zaidi, Hafeez jalandhri Shakhsiyyat o Funn , Ghair matboa maqala braye Phd , Lahore, Punjab university, 2004, page:404

3.Sayyed waqar azeem, prof, dastan se afsany tak, Lahore, alwaqar publications, 2018,page:189

4. Hafeez jalandhri , Gharwandy , mashmoola , Haft Paikar , az Hafeez jalandhri, Lahore, majlis e urdu , 1959, page:8

5. Hafeez jalandhri , deebacha , meyari afsanay , Islamabad , national book foundation , 2014, page:9

6. imtiaz ali taaj, muqadma , mashmoola, Haft Paikar , az Hafeez jalandhri, Lahore, majlis e urdu , 1959,, page: 22,23

7. Shams ur Rehman Farooqi , mazmoon, plot ka qissa , mashmoola, afsanay ke mabahis, murattaba, MA farooqi, kraachi, book time, 2017, page:224

8. Hafeez jalandhri , afsana , hoshyar dewana, mashmoola , Haft Paikar , Lahore, majlis e urdu , 1959, page:65

9. Hafeez jalandhri , afsana ,Khudkushi, mashmoola , Haft Paikar , Lahore, majlis e urdu , 1959, page:90

10.Muhammad Alam Khan, Urdu afsanay me romani rujhanat, Lahore, ilm o irfan publishers, page:284

11. Hafeez jalandhri , afsana , Hayat e taaza, mashmoola , Haft Paikar , Lahore, majlis e urdu , 1959, page:143

12. Said Nawaz Hasan Zaidi, Hafeez jalandhri Shakhsiyyat o Funn , Ghair matboa maqala braye Phd , Lahore, Punjab university, 2004, page:105